علوم قرآنی پر ایک اجمالی نظر

مولانا سراج نعمانی زشہرہ صدر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بکثرت فضائل و خصوصیات قرآن مجید بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک جامع آیت کریمہ یہ بھی ہے فرماتے ہیں:

یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ○

ترجمہ: اے لوگو تحقیق آچکی تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار کی طرف سے اور شفا ہے جو کچھ دلوں میں ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے واسطے ایمان والوں کے۔

گویا قرآن مجید کا پیغام تمام انسانوں کے لیے ہے۔ یہ پروردگار کی طرف سے نصیحت ہے۔ قلبی بیماریوں کے لیے شفا ہے ہدایت ہے اور مومنین کے لیے رحمت ہے۔ قرآن مجید نزول سے قبل لوح محفوظ پر تھا۔ وہاں سے لیلۃ القدر میں آسمانِ دنیا پر نازل کیا گیا اور وہاں سے پھر وقتاً فوقتاً تیئیس سال کے عرصے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ علی الترتیب ان کیفیات کا مطالعہ کیجیے

نزولِ قرآن

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ ○ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ ○ البروج پ

بلکہ وہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (پ۲ البقرۃ)

مہینہ رمضان کا وہ ہے جس میں اتارا گیا ہے قرآن (مجید)

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ (القدر پ)

بے شک ہم نے نازل کیا ہے قرآن لیلۃ القدر میں۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ (العلق پ)

پڑھ اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔

یہ قرآن مجید نزول کے اعتبار سے دو ادوار میں مکمل ہوا۔ پہلا دور مکی کہلاتا ہے جس میں اصول و کلیاتِ دین اور اقوام سابقہ کے واقعات وغیرہ بیان کیے گئے ہیں۔ دوسرا دور مدنی دور کہلاتا ہے جس میں عموماً مسلمانوں کو خطاب کرکے عبادات و معاملات سے متعلق احکام تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ نزولِ قرآن کو وحی کہا جاتا ہے جو دو قسم کی ہوتی ہے۔ وحی متلو اور وحی غیر متلو۔ نزولِ وحی کے طریقے قرآن مجید میں مندرجہ ذیل بیان کیے گئے ہیں

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ (الشوریٰ پ۲۵ ع)

اور نہیں طاقت کسی شخص کی کہ بات کرے اس سے اللہ مگر وحی سے یا پردے کی آڑ سے یا بھیجے فرشتہ پیغام لانے والا۔ پس جی میں ڈالتا ہے اس کے حکم سے جو چاہتا ہے۔ تحقیق وہ بلند مرتبہ

حکمت والا ہے۔

تدوین قرآن

قرآن مجید کی حفاظت اور تدوین دو طریقوں سے کی گئی۔ صدری حفاظت میں حفظ کے ذریعے حفاظت کی گئی اور تحریری حفاظت میں کتابت کی صورت میں حفاظت کی گئی۔ حفظ کے بارے میں قرآن مجید میں بیان ہے کہ

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ○

(العنکبوت پ ۲۱ ع ۵)

بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں کر دیے گئے ہیں علم اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا سوائے ظالموں کے۔

اس لیے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حفظ فرمایا اور پھر اپنے صحابہ کرام رضؓ کو حفظ کرایا۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾

(القیٰمۃ پ ۲۹ ع ۱)

بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا (تیرے دل میں) اور پڑھنا اس کا (تیری زبان سے)

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ○ (الاعلیٰ پ ۳۰)

عنقریب ہم آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ نہ بھولیں گے۔

اس کے بعد حضور ؐ نے خدا کے حکم سے یہ قرآن مجید صحابہ کرام رضؓ تک پہنچایا

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

(پ ۶ المائدہ ع ۱۰)

اے پیغمبر پہنچا دے جو کچھ کہ اتارا گیا ہے آپ کی طرف

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (پ ۲۱ ع ۱)

پڑھ جو کچھ وحی کی جاتی ہے تیری طرف کتاب میں سے

ان احکام پر حضور ؐ کے عمل کو نقل کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد ہے

يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا (پ ۲ ع ۳)

پڑھتا ہے تم پر آیتیں ہماری

قرآن مجید پڑھنے والوں کے لیے آداب بھی خود خداوند نے مقرر فرمائے۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ
مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ (پ ۱۴ النحل ۹۸ ع ۱۳)

پھر جب تو پڑھے قرآن تو پناہ مانگ اللہ کی شیطان مردود سے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ
وَاَنْصِتُوْا (پ ۹ الاعراف ع ۲۴)

اور جب پڑھا جائے قرآن تو سنو اسے اور چپ رہو

یہ ادب بھی بتایا کہ پڑھتے ہوئے حلاوت، خوش الحانی اور رقت سے پڑھا جائے تاکہ کوئی دوسرا کلام اس کے مقابلے میں ایسی لذت پیدا نہ کرے اور آہستہ آہستہ پڑھے تاکہ آسانی سے یاد ہو جائے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ○ (المزمل پ ۲۹)

شاید اسی لیے سورتوں میں بھی تقسیم کیا گیا کہ حفظ میں آسانی ہو اور تدریجاً تھوڑا تھوڑا نازل کیا گیا تاکہ صحابہ کرام رضؓ آسانی سے یاد کر سکیں۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى
مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ○ (بنی اسرائیل پ ۱۵ ع ۱۲)

اور قرآن، جدا جدا کیا ہم نے اس کو، تاکہ پڑھے تو اسے لوگوں پر آہستگی سے اور اتارا ہم نے اسے آہستہ آہستہ اتارنا۔

عربوں کا حافظہ ضرب المثل تھا انہوں نے اسے بخوبی

یاد کیا۔ اسی حفظ کے لیے ترغیب دیتے ہوئے نماز
میں بھی قرأت فرض کی گئی تاکہ حفظ کا جذبہ پیدا ہو۔

أَقِمِ الصَّلوٰةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ
غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ (بنی اسرائیل پ ۱۵ ع ۹)

قائم کر نماز سورج ڈھلنے سے رات کے
اندھیرے تک اور پڑھ قرآن فجر میں

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا
وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا (بنی اسرائیل پ ۱۵)

اور نہ جلد کر اپنی نماز میں (تلاوت کی آواز) اور
نہ بہت آہستہ کر اسے اور ڈھونڈ اس کے درمیان
کا راستہ

انہی ترغیبات کی وجہ سے اکثر رات کو قرآن مجید
کی تلاوت تہجد و نوافل میں کی جاتی ہے۔ خود حضورؐ
تلاوت کی کثرت نوافل و تہجد میں فرمایا کرتے تھے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ
وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ۔
(المزمل پ ۲۹)

بے شک رب تیرا جانتا ہے کہ تو کھڑا رہتا ہے
تقریباً دو تہائی رات اور آدھی اور تہائی تک
اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تیرے ساتھ ہیں

مدارس قرآن

قرآن مجید سیکھنے کے لیے مساجد کو مرکزی حیثیت
حاصل تھی خصوصاً مسجد نبویؐ میں اصحابؓ صفہ جب
کہ مستقل طور پر دینی مدرسہ مخرمہ بن نوفلؓ کے مکان
پر دارالقراء کے نام سے مشہور تھا۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر حضرت
مصعب بن عمیرؓ کو تعلیم قرآن مجید کے لیے بھیجا تھا ایک
اور موقع پر ستر قاریوں کو اہل نجد کی تعلیم کے لیے بھیجا
جنہیں بئر معونہ کے مقام پر شہید کیا گیا۔ یمن کے علاقہ
کے قاضی کی حیثیت سے حضورؐ نے حضرت معاذ بن
جبلؓ کی تقرری کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ وہ لوگوں
کو قرآن مجید کی تعلیم دیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور
حدیث مبارکہ ہے

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے
اور اس کی تعلیم دے

انہی ترغیبات کی وجہ سے حضورؐ کی حیات مبارکہ میں
یہ حالت ہو گئی تھی کہ قرآن مجید کی تلاوت ہر گھر میں ہوا کرتی تھی

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ
وَالْحِكْمَةِ (الاحزاب ۳۴ پ ۲۲)

اور یاد کیا کرو جو کچھ پڑھا جاتا ہے تمہارے گھروں
میں اللہ کی آیتوں اور حکمت میں سے

کتابی حفاظت

چونکہ عرب عموماً ان پڑھ تھے لکھنا پڑھنا
نہیں جانتے تھے جیسا کہ ارشاد ہے

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا
مِّنْهُمْ (الجمعہ پ ۲۸ ع ۱)

وہ جس نے بھیجا ان پڑھوں میں رسول انہی میں سے
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُمّی تھے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ
مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ (اعراف ۱۵۷ پ ۹)

وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اُمّی نبی کی جسے پاتے
ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات و انجیل میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے وقت

حالت یہ تھی کہ قریش مکہ میں صرف سترہ کاتبین تھے
جو حضرت عمرؓ بن الخطاب، عثمانؓ بن عفان، علیؓ بن
ابی طالب، ابو عبیدہؓ بن الجراح۔ طلحہؓ۔ ابو سفیانؓ بن
حرب بن امیہ۔ معاویہؓ ابن ابی سفیان۔ یزید بن ابی
سفیان۔ ابانؓ بن سعید بن العاص بن امیہ۔
خالدؓ بن سعید بن العاص۔ حاطبؓ بن عمرو العامری
القریشی۔ ابو سلمہؓ بن عبد الاسد مخزومی۔ عبد اللہؓ بن سعد
بن ابی سرح العامری۔ حویطبؓ بن عبد العزیٰ عامری۔
جہیمؓ بن ابی الصلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف
علاءؓ بن حضرمی اور ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہم ہیں۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کتابی صورت کا ذکر فرماتے
ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

وَالطُّوْرِ ○ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ○ فِيْ رَقٍّ
مَّنْشُوْرٍ ○ (پ ۲۷ طور ۱)

قسم ہے طور کی۔ اور کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے
کھلے ہوئے کاغذ پر

نٓ ○ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○ (پ ۲۹ ن)

قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جو لکھتے ہیں

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت فرماتے ہیں کہ

حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ اَنْ يُّعَلِّمَهُ الْكِتَابَةَ
وَالسِّبَاحَةَ وَالرَّمْيَ۔

بیٹے کا باپ پر حق ہے کہ وہ اسے کتابت
تیراکی اور تیر اندازی سکھائے۔

حضورؐ کو تعلیم کتابت کا اتنا اہتمام تھا کہ غزوہ
بدر کے موقع پر غریب کفار کے لیے یہ فدیہ رکھا کہ وہ
دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں چنانچہ
جب ہم کاتبین وحی پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کی تعداد
تقریباً چالیس نظر آتی ہے۔ جو کہ شانے کی چوڑی ہڈیاں،
تختیوں، کھجور کی شاخوں کے ڈنٹھل، سفید پتھر
کے ٹکڑوں، رقاع کھال یا باریک جھلی یا کاغذ کے
ٹکڑے قطع الادیم۔ چمڑے کے ٹکڑوں اور اونٹوں
کی کاٹھیوں پر لکھا کرتے تھے۔ اس طرح قرآن مجید
کو کتابی شکل میں محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی باوجودیکہ
حضورؐ لکھنا نہیں جانتے تھے۔

وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○

(العنکبوت ۴۸ پ ۲۱)

اور نہ ہی لکھتا تھا تو اپنے دائیں ہاتھ سے کہ اس
وقت البتہ دھوکا کھاتے یہ جھوٹے۔

لیکن اس کے باوجود مکی دور میں ہی قرآن مجید
کی کتابت عام ہو چکی تھی۔

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ○ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ○
بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ○ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ○ (عبس پ ۳۰)

عزت والے صحیفوں میں۔ بلند کیے گئے پاک کیے
گئے۔ لکھنے والے ہاتھوں سے۔ بزرگ نیکوکاروں کے

دوسری جگہ فرمایا:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ
تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○ (الفرقان ۵ پ ۱۸)

اور کہا انہوں نے یہ کہانیاں ہیں پہلوں کی لکھ
لیا ہے ان کو پھر وہ پڑھی جاتی ہیں اس پر صبح و شام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام والے
واقعہ میں بھی ان کی ہمشیرہ نے ان کو قرآن مجید کے اوراق
دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا تھا:

لَسْتَ مِنْ اَهْلِهَا هٰذَا كِتَابٌ لَا يَمَسُّهٗ
اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (بیہقی دلائل النبوۃ)

تو اس کا اہل نہیں ہے یہ وہ کتاب ہے جسے

نہیں چھو سکتے سوائے پاکیزہ لوگوں کے۔

قرآن مجید جب زیرِ کتابت تھا اس دور میں حضورؐ نے قرآن مجید کے علاوہ دیگر ہر قسم کی تحریرات کی ممانعت کر دی تھی تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ان تفاسیر و حواشی یا احادیث کا اضافہ و اختلاط نہ ہو جائے۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا

مَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ

جس نے مجھ سے سوائے قرآن کے کچھ لکھا ہو تو اسے مٹا دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَكْتُبُ الْأَحَادِيثَ فَقَالَ مَا هٰذَا تَكْتُبُونَ؟ قُلْنَا أَحَادِيثَ سَمِعْنَاهَا مِنْكَ قَالَ أَكِتَابًا غَيْرَ اللهِ تُرِيدُونَ؟ مَا أَضَلَّ مِمَّنْ قَبْلَكُمْ إِلَّا مَا اكْتَتَبُوا مِنَ الْكِتَابِ مَعَ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى (الحدیث)

گئے ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم احادیث لکھ رہے تھے تو فرمایا تم یہ کیا لکھ رہے ہو؟ ہم نے کہا احادیث جو ہم نے آپ سے سُنی ہیں۔ فرمایا کیا اللہ کی کتاب کے علاوہ کوئی کتاب تم چاہتے ہو؟ نہیں گمراہ ہوئے تھے تم سے پہلے مگر لکھتے تھے اور کتاب اللہ تعالےٰ کی کتاب کے ساتھ۔

تدوینِ قرآن

قرآن مجید چونکہ نزولی ترتیب کے مطابق نہیں، اس لیے جب تک قرآن مجید نازل ہوتا رہا اس وقت تک قرآن مجید کو صحیفہ کی شکل میں اکٹھا کرنا ممکن نہ تھا، کیونکہ بیک وقت مختلف سورتوں کی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں۔ حضورؐ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں مختلف نوشتوں سے ہر سورت کی تمام آیات اکٹھی کی گئیں اور قرآن مجید کو مرتب کیا گیا۔

وَقَدْ كَانَ الْقُرْآنُ كُتِبَ كُلُّهُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكِنْ غَيْرَ مَجْمُوعٍ فِي مَوْضِعٍ وَاحِدٍ وَلَا مُرَتَّبَ السُّوَرِ (الاتقان)

اور البتہ قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پورا لکھا جا چکا تھا لیکن ایکجا شکل میں نہ تھا اور نہ ہی سورتوں کو مرتب کیا گیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی قیادت میں بیس مہاجر صحابہؓ اور پچاس انصاری صحابہ کرامؓ سے قرآن مجید مرتب کرایا۔ اس کے بعد فتح آرمینیا کے موقع پر حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے مدینہ منورہ واپس پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ قرآن مجید کی قرأت میں ایک قرأت پر مجتمع کی جائے جس پر حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کرام کے ذریعے ۲۴ھ کے آخر یا ۲۵ھ کے اوائل میں قرآن مجید کی کتابت مکمل کروائی اور اس کی سات نقلیں کرا کر کوفہ، شام، بحرین، بصرہ، یمن، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رکھوائیں جن سے نقل شدہ قرآن آج تک دنیا میں صحیح کامل حالت میں موجود ہیں۔

علومِ قرآن

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنی علوم کو پانچ شعبوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ **علم الاحکام**: جس میں فرائض و واجبات، حلال و حرام وغیرہ کا بیان ہے۔ اس علم کی تفصیل بیان کرنا فقہا اور مجتہدین کا کام ہے۔

۲. **علم المناظرہ**: اس میں یہود و نصاریٰ مشرکین اور منافقین سے مناظرہ ہے۔ ان پر بحث کرنا متکلمین کا کام ہے۔

۳. **علم تذکیر بآلاء اللہ**: اس میں زمین و آسمان، رزق و عزت، انعاماتِ الٰہی و صفاتِ الٰہی کا بیان ہے۔ ان پر بحث کرنا صوفیاء اور مشائخ کا کام ہے۔

۴. **علم تذکیر بایام اللہ**: اس میں ان تاریخی واقعات کا ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبردار بندوں کو بطورِ انعام کامیاب فرمایا یا سرکشوں اور نافرمانوں پر عذاب نازل کرکے انہیں عبرت کا سامان بنایا۔

۵. **علم تذکیر بما بعد الموت**: اس میں موت اور موت کے بعد آنے والے واقعات، مسئلہ حشر نشر، حساب کتاب، میزان اور جنت و دوزخ کا بیان ہے۔ ان آخری دو علوم پر بحث کرنا واعظین کا فریضہ ہے۔

علوم تفسیر قرآن

تفسیر لغوی طور پر فسّر بمعنی کشف سے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ان ہی معانی میں ذکر کیا گیا ہے

وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ (المدثر ۳۴ پ۲۹)

اور صبح کی جب روشن ہو

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

اور وہ نہیں لاتے آپ کے پاس کوئی مثال مگر ہم پہنچا دیتے ہیں آپ کے پاس ٹھیک بات اور اس سے بہتر کھول کر۔

جبکہ اصطلاح میں تفسیر سے مراد

عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيهِ عَنْ مَعْنَى نَظْمِ الْقُرْآنِ بِحَسْبِ الْقَوَانِينِ الْعَرَبِيَّةِ وَالْقَوَاعِدِ الشَّرْعِيَّةِ بِقَدْرِ الطَّاقَةِ الْبَشَرِيَّةِ

ایسا علم جس میں قرآن مجید کے الفاظ کے معنی پر عربی زبان کے قوانین اور شریعت کے قاعدوں کو پیش نظر رکھ کر انسانی طاقت کے مطابق بحث کی جاتی ہے۔

تاہم اپنی رائے اور سوچ سے تفسیر کرنے کی ممانعت ہے۔ کتاب اللہ کا جو مفہوم کتاب و سنت سے ثابت ہوگا اسے تفسیر کہیں گے اور اسی مفہوم کے موافق مسائل و معارف کے استنباط کو تاویل کہیں گے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تفسیر میں تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے۔

۱. ہر کلمہ کو معنی حقیقی یا مجاز معروف پر محمول کرنا
۲. سیاق و سباق کو ملحوظ رکھنا تاکہ کلام بے ربط نہ ہو
۳. حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کی تفسیر کے خلاف نہ ہو۔

اگر پہلی شرط فوت ہوگئی تو تاویل قریب ہے۔ اگر دوسری شرط فوت ہوگئی تو تاویل بعید ہے لیکن اگر تیسری شرط فوت ہوگئی تو تحریف ہے اور کفر ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ فَقَدْ كَفَرَ

جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی تو تحقیق کافر ہوگیا۔

تفسیر کی ضرورت

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (محمد ۲۴ پ۲۶)

قرآن مجید کے نزول کا مقصد بیان کرتے ہوئے تفسیر کی ضرورت یوں بیان فرمائی:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل ۴۴ پ۱۴)

اور اتارا ہم نے آپ کی طرف ذکر تاکہ کھول دیں آپ

لوگوں کو وہ جو اتاری گئی ہے ان کے لیے۔

اسی طرح حضورؐ کی بعثت کا مقصد بھی تعلیم کتاب اور حکمت و تفسیر ہی تھا۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

(بقرہ ۱۵۱ پ ۲)

جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں سے پڑھتا ہے تم پر آیتیں ہماری اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت اور سکھاتا ہے تمہیں وہ جو تم نہیں جانتے۔

حضورؐ نے جو بھی تفسیر بیان فرمائی وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہوتی تھی۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

تفسیر کے لیے ضروری علوم

امام سیوطیؒ کے مطابق یہ پندرہ علوم مفسر کے لیے ضروری ہیں۔

لغت عربیہ ۔ علم نحو ۔ علم صرف ۔ علم اشتقاق علم معانی ۔ علم بیان ۔ علم بدیع ۔ علم قرأت ۔ علم اصول الدین ۔ علم اصول فقہ ۔ علم اسباب النزول والقصص علم ناسخ و منسوخ ۔ علم فقہ ۔ علم حدیث مع علم اسماء الرجال والاسناد اور علم الوہبی جبکہ دیگر علماء کے نزدیک یہ علوم بھی ضروری ہیں علم کلام ۔ علم تاریخ ۔ علم جغرافیہ ، علم الزہد والرقاق ۔ علم الاشراف ۔ علم الجدل والخلاف علم التشبیہ ۔ علم التصوف ۔ علم الانساب اور علم المنطق

تفسیر کے ادوار: صحابہ کرام کے دور میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر پوچھی جاتی تھی۔ یہ پہلا دور کہلایا۔ حضورؐ کی رحلت کے بعد حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ سے تفسیر پوچھی جاتی تھی۔ یہ دوسرا دور کہلایا۔ تیسرے دور تابعین میں حضرت سعید بن جبیرؒ نے باقاعدہ کتابی شکل میں تفسیر لکھ کر عبدالملک بن مروان کے دربار خلافت میں بھیجی جو کہ آج تفسیر عطاء بن دینار کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے علاوہ اس دور میں مجاہدؒ، عکرمہؒ، حسن بصریؒ، ضحاکؒ اور قتادہؒ وغیرہ مشہور ہیں۔ چوتھے دور میں کتب کی تدوین کے وقت پہلے سے رائج طریقے سے ہٹ کر تفسیری کتابوں کو علیحدہ تحریر کیا جانے لگا اور تفسیری اقوال کے لیے اسناد کی شرط ختم کر دی۔ پانچویں دور میں جو عباسی خلافت سے شروع ہو کر آج تک چلا آ رہا ہے اس دور میں ہر ماہر فن نے اپنے فن کے انداز میں تفسیر لکھی۔ چنانچہ زجاجؒ نے اپنی تفسیر میں واحدی نے البسیط میں اور ابو حیانؒ نے البحر المحیط میں نحوی مہارت کا ثبوت دیا جبکہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں علوم عقلیہ اور حکماء و فلاسفہ کے اقوال پیش کیے۔ مختصراً یہ کہ تفاسیر قرآن بنیادی طور پر چھ اقسام میں منحصر ہو گئیں۔

۱۔ فقہی تفاسیر: جن میں صرف ان آیات کی تفسیر کی گئی ہے جن سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں جیسے احکام القرآن۔

۲۔ ادبی تفاسیر: ان میں فصاحت و بلاغت کو پیش نظر رکھا گیا۔

۳۔ تاریخی تفاسیر: ان میں تاریخی واقعات کو پیش نظر رکھا گیا جیسے ابن عربیؒ اور ابو عبدالرحمٰن السلمیؒ کی تفاسیر

۴۔ نحوی تفاسیر: انہیں نحوی مباحث پیش نظر رکھے گئے جیسے اعراب القرآن للزجاجؒ

۵۔ لغوی تفاسیر: جیسے مفردات القرآن للامام راغب الاصفہانیؒ

۶۔ کلامی تفاسیر: جن میں عقائد پر بحث کی گئی ہو جیسے امام رازیؒ کی تفسیر کبیر اور زمخشری کی کشاف وغیرہ شامل ہیں۔